دوسرا بیٹا حاجی عبدالرزاق مرحوم ہے، آپ مردم خیز محلّہ گینتھا اور موضع غواڑی کا اہم سرکردہ اور عوامی و دینی خادم تھے۔ اور مولانا کریم بخش صاحب کے مصاحب خاص تھے۔ آپ کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہیں، جن میں حاجی امین اور جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی کا ڈرائیور عبدالرشید ہے۔ اس کے علاوہ دو اولاد نرینہ اور اناث موجود ہیں۔ حاجی امین صاحب کی اولاد میں ہمارے قابل فخر شاگرد ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب ہیں، جن کے Ph.D کے مقالہ کا مناقشہ ہو کے وطن عزیز کی اعلیٰ علمی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ آپ کے علاوہ اور بھی اولاد نرینہ واناث موجود ہیں۔ تیسرا بیٹا حاجی عبدالقیوم مرحوم ہے۔ وہ بھی اولادِ ذکور واناث سے مالا مال ہے۔

سانحہ وفات: مولانا صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے حاجی عبدالقیومؒ منارالہدیٰ موضع بلغار بغرض پڑھائی گئے ہوئے تھے اور قدرے گھر سے روٹھنے کے انداز میں گئے تھے، اس لیے کافی عرصہ سے گھر نہیں آیا تھا۔ ہمارے ممدوح کے دل میں شفقت پدری نے انگڑائی لی اور ملنے کے لیے بلغار گئے، جہاں ملک الموت آپ کے انتظار میں تھا اور بمصداق حدیث "**إن الله إذا أراد قبض عبد بأرض جعل له إليها حاجة**" اور آپ کا تذکرۂ خیر ریکارڈ کرواتے ہوئے آپ کے شاگرد اور دہلی مدرسہ میاں کے چشم چراغ مولانا محمد حسین طول عمرہ نے یہ شعر کیا ہی خوب سنایا تھا۔

وما الموت إلا سارق دق شخصه   يصول بلا كف ويسعى بلا رجل

مولانا ممدوح وہاں پہنچتے ہی بیمار ہو گئے۔ جس کی اطلاع لے کر عبدالقیوم صاحب گھر آئے اور کچھ اہم قریبی ذرائع کو ساتھ لے کر جونہی بلغار پہنچے اسی وقت مولانا صاحب اس دنیا کی بھول بھلیوں، جھمیلوں اور سکرات الموت سے آزاد ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سو گئے تھے۔ ﴿انا للہ وانآ الیہ راجعون﴾ اب آپ کا آبائی گاؤں غواڑی لوٹنا ناممکن ہو چکا تھا۔

وہیں آپ کے چاہنے والے "دینی رشتہ اخوت" کی بنیاد پر محبت رکھنے والے مداحوں اور دوستوں نے چھنی گون باغ اخوند خاندان کی آخری آرامگاہ میں سلا دیا، جہاں سے کافی عرصہ تک بھینی بھینی خوشبو کی مہک پھوٹتی رہی۔

اہل سنت کراماتِ اولیاء پر یقین رکھتے ہیں، جو حقیقی اولیاء اللہ سے سرزد ہوتے ہیں جو طریقہ نبی ﷺ پر گامزن ہوں۔ محلّہ گینتھا میں آج جو دین اسلام کی اصلی اور کلاسیکی چھاپ ہے اور مسلک سلفیت کا اسپرٹ نظر آتا ہے، اس کی بنیادوں میں مولانا محمد حسنؒ کا خون بھی شامل ہے۔ اور آپ زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں:

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں   ہمیں بھی یاد کر لینا جب چمن میں بہار آئے

طب وصحت

انسانی زندگی میں پلاسٹک کے خطرات

استاذ محمد علی بن کامل شامی   ترجمہ و تلخیص: ابومحمد علوی

انسان روزمرہ زندگی کو سہولیات سے مزین کرنے کے لیے جس قدر صنعت وحرفت میں ترقی کے منازل طے کرتا جاتا ہے، یقیناً اس نے انسانی معاشرے کو نہ صرف مختلف چیلنجوں کا سامنا کرنے پر مجبور کیا ہے؛ بلکہ سرطان (کینسر) پیدا کرنے والے مواد میں بھی اضافہ کیا ہے۔ جبکہ یہ زمانہ ماضی میں ایک نادر مرض تھا۔

آج انسانی معاشرے کو کینسر سے بچانے کے لیے فنی قسم کی تحقیقات اور تجربات کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس بارے میں سائنسدانوں نے غذائی اشیاء کی پیداوار، نقل وحمل اور ذخیرہ کرنے کے طریقوں پر خوب غور وخوض کیا ہے۔ ہم اس بحث میں کینسر سے متعلق تمام سوالات کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ البتہ اس خطرناک مرض کو پھیلانے میں ''پلاسٹک کا کردار'' بیان کرنے کی کوشش کریں گے اور علمی تحقیقات کے نتائج بھی پیش کریں گے۔

کینسر سے بچاؤ کا عمل معلومات سے آگے بڑھ کر عمل اور پرہیز کا تقاضا کرتا ہے۔ پس کینسر والی فضا کا علم خطرناک کیمیاوی اور طبعیاتی عوامل کا مطالعہ اور بڑے اہم اور حیرت انگیز سوالات کا جواب چاہتا ہے۔

انسان اور پلاسٹک

انگریز فلسفی ہاملٹون کہتا ہے: آج کے ترقی یافتہ دور کے انسان کا معاملہ کتنا عجیب ہے کہ ایک طرف چاند پر قدم جمانے کا دعویدار ہے، دوسری طرف گھٹنوں تک پلاسٹک میں ڈوبا ہوا ہے۔ [Cancer:Frederick F. Becker, Editor New York 1990 University School of Midicine Plenum Press Page 125]

1835ء میں کلورل فینیل نامی مادہ دریافت ہوا' جو انسان کے مرکزی اعصاب پر جوش واضطراب مرتب کرتا ہے۔ اور پٹھوں میں خناقی اثرات مرتب کرتا ہے۔ پھر کیمیا دانوں کو معلوم ہوا کہ اس مادے کو ڈبل کر کے پلاسٹک (PVC) تیار کیا جاسکتا ہے۔ یہ وہی شفاف پلاسٹک ہے' جسے پانی اور خوردنی تیل کے بوتل بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ [الأورام والبيئة ڈاکٹر سعيد محمد الحفار، دار الفكر المعاصر بيروت صفحہ ۲۵۰]

1966ء میں کیمیا دانوں نے پلاسٹک کے کارخانوں میں آلات کی صفائی کرنے والے کارکنوں میں ایک مرض کا انکشاف کیا، جس سے ہاتھ کی انگلیاں نرم ہو جاتی تھیں۔ اس کے ساتھ جلدی امراض اور اندرونی طور پر کھوکھلا پنی کی آفتیں بھی شامل ہوئیں۔ اس کے بعد پلاسٹک سے متعلق تحقیقات کا آغاز ہوا، جس نے جلد ہی ثابت کر دیا کہ کلورل فینیل کا مادہ جب بھاپ کی شکل میں چوہوں کو پہنچایا گیا تو وہ 100% جگر کے خطرناک کینسر میں مبتلا ہو گئے اور ان میں سے بعض کو دماغ کا کینسر بھی ہو گیا۔ یہ تجربہ اٹلی میں کیا گیا۔ [Feed Prolagazine No 45-5 Research of covrett.]

امریکہ میں طویل المدت تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی، کہ پلاسٹک میں کینسر کا مرض پیدا کرنے کی زبردست طاقت موجود ہے۔

1934 سے 1974ء تک پلاسٹک کے کارخانوں کے مزدور دیگر تمام مزدوروں کے مقابلے میں چار گنا زیادہ جگر کے کینسر کا شکار ہوئے۔ اسی طرح فرانس اور جاپان میں بھی ان مزدوروں میں خطرناک حد تک کینسر کا مرض پایا گیا۔

1975ء میں امریکہ کی گوڈریٹش کمپنی نے اعلان کیا کہ پلاسٹک مصنوعات کے کارکنوں کی ایک بڑی تعداد ایک خطرناک مرض Angiosocrom میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئی۔ یہ جگر کے کینسر کی ایک نادر قسم ہے۔ اس کمپنی کے پاس 6000 مزدور کام کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے فائلوں پر نظر ثانی کر کے بتایا کہ 25 سالوں کے اندر دیگر امراض کی نسبت 400% زیادہ مزدور اس مرض میں مبتلا ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ سنجیدہ ہے، مذاق یا اندازہ نہیں ہے۔ Cancer Ibid. Potentially Toxic Chemicals UNEP 1985.

1975ء میں کینسر کے عالمی کانفرنس کے تحقیقی مقالوں نے ثابت کیا کہ پلاسٹک کے استعمال سے ہونے والی سوجن میں یہ علامتیں ہوتی ہیں:

(۱) جگر کا بڑھنا: اس سے جگر کے اندر تھیلیاں یا چھال بننے یا بوسیدگی یا نکسیر پھوٹنے کی شکایت ظاہر ہوتی ہے۔

(۲) لہر دار حالات: مریض کے جگر پر خراش و زخم ہوتا ہے یا چھال کی قسم یا رگوں کی سخت گرہیں ظاہر ہوتی ہیں، جب وہ زیادہ سڑی نہ ہوں۔ جس طرح جگر کے ہڑتالی زہر سے متأثر ہونے پر ہوتی ہیں۔ اور کینسر کی حالت میں تھیلیوں یا سرپستان یا غاروں یا گھڑوں جیسی شکلیں اختیار کر لیتے ہیں، یا گوشت کی سخت گلٹیوں کی شکل جنہیں گرہیں کہا جاتا ہے۔

پلاسٹک سے جگر کا کینسر پیدا ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوئی ہے کہ کلورل فینیل خاص حالات میں جگر کے خلیوں کو

متاثر کرتا ہے، جن میں سے اہم چیز جگری خمیرہ ہے۔جس کا نام Oxydose Hepatique ہے۔

1978ء سے معلوم ہوا ہے کہ یہ مادہ جگر کا کینسر پیدا کر سکتا ہے، اگر چہ یہ ہوا میں صرف PPM10 کی مقدار میں پایا جائے۔یعنی ہر میلین (10,00,000) میں سے صرف 10 اجزاء۔ اور یہ Adenome کا کینسر ہے، جو جگر اور دماغ دونوں میں اعصابی کینسر اور بلغمی کینسر کا بھی سبب بنتا ہے۔

پلاسٹک کے خطرات: پے در پے تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ پلاسٹک کو دوبارہ بنانے کے لیے جلانے سے آب وہوا اور صحت کے پیچیدہ مسائل جنم لیتے ہیں؛ کیونکہ یہ کلورل فینیل مادہ سے بنتا ہے۔ اور ثابت ہوا ہے کہ پلاسٹک بنانے والی بھٹیاں 50% ہائیڈروکلورک گیسیں چھوڑتی ہیں۔ اور یہ ایسا تیزابی مادہ ہے جو معدنیات، اجسام، نباتات اور انسانی بدن پر بھی حملہ کرتا ہے۔اور یہ گیس ایسی تیزابی بارشوں کا سبب بنتا ہے، جو پودوں اور مٹی کو بھی تباہ کر دیتی ہے۔اور یہ بھی معلوم شدہ ہے کہ گھریلو حشرات کے خاتمے کے لیے پریشر سپرے بھی کلورل فینیل پھیلانے کا ذمہ دار ہے۔

خلاصہ بحث: (۱) کلورل فینیل کا مادہ کینسر پیدا کرنے میں مؤثر ہے۔حتیٰ کہ اسے پلاسٹک بنانے کی خاطر ڈبل کرنے کے بعد بھی اس کے خطرے میں کوئی کمی نہیں آتی۔

(۲) کلورل فینیل چربی، تیل اور مائعات میں حل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی قسم انسانی جسم کے خلیوں' خاص کر جگر اور دماغ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اور ہر میلین میں سے 10 اجزاء بھی اکٹھے ہونے پر Adenome پھیپھڑے اور جگر میں، بلکہ دماغی اعصاب میں اور بلغمی گرہوں میں بھی کینسر کے جین بناتے ہیں۔اس طرح سانس لینے کے ہوا یا پانی میں حل ہو کر کینسر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یا سرطانی مادہ چکنائی اور تیل میں حل ہو جاتا ہے۔

(۳) پلاسٹک کی رنگین اور سفید قسمیں (سٹیریک) نامی مادے پر مشتمل ہوتی ہیں، جس کے اثرات تو کلورل فینیل سے دس گنا زیادہ ہوتے ہیں۔

(۴) بیس تیس سالوں سے کلورل فینیل یا سٹریک سے متاثر اشیاء کے استعمال اور تنفس میں مبتلا لوگوں پر مفصل تحقیقات کرنے کے بعد Institute of Lion for Cancer نے تأکید اکہا کہ یہ لوگ کینسر سے بری طرح اور بکثرت متاثر ہوتے ہیں۔ اور کینسر کی آخری قسم جو امریکہ، جاپان اور یورپ کی کینسر پر تحقیقات

کی مشترکہ قومی مجلس نے دریافت کیا وہ سخت گلٹیوں کا سرطان ہے، یہ بھی پلاسٹک سے پیدا ہوتا ہے۔

پلاسٹک کے استعمال میں حفظانِ صحت کے اقدامات:

موجودہ پلاسٹک کے دور میں کینسر انسان کے لیے خطرناک ترین جان لیوا مرض ہے۔ امریکہ میں 25% اموات اسی بیماری سے ہوتی ہیں۔ لہٰذا حفظانِ صحت کے مندرجہ ذیل اصولوں کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

(۱) دودھ اور اس سے بنی ہوئی تمام چیزوں (دہی، بالائی، پنیر، کھویا، مکھن اور گھی وغیرہ) کو نائیلون یا پلاسٹک کے تھیلوں اور ڈبوں میں رکھنا جائز نہیں؛ کیونکہ دودھ کی چکنائی پر مشتمل یہ اشیاء ہر قسم کے سنگل اور ڈبل کلورل فینیل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

پلاسٹک کی سطح پر سے پھسل کر آنے والی مائع چیزوں میں کینسر کا خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

(۲) کھانے کے تیل اور گھی وغیرہ کو ذخیرہ کرنے کے لیے پلاسٹک کے ڈبوں میں رکھنا جائز نہیں۔

(۳) گرم چکن (چوزے) کو پلاسٹک کے تھیلوں میں رکھنا جائز نہیں؛ کیونکہ حرارت تیل کے مواد میں کلورل فینیل کے حل کرنے میں زیادہ معاون ہے۔

(۴) جس قدر حرارت زیادہ ہو، اسی قدر کینسر کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

(۵) سب سے بہتر مٹی اور شیشے کے برتن ہیں اور قلعی شدہ دھات کے برتن بھی ٹھیک ہیں۔ پلاسٹک اور میلا مین (مسالے) کے برتنوں میں کھانے، پینے، ذخیرہ کرنے اور بازار سے گھر لانے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

(۶) پلاسٹک کے برتنوں میں ٹھنڈا پانی پینا نقصان دہ نہیں ہے، پھر بھی شیشے کا استعمال بہتر ہے۔

(۷) اچھے بچگانہ فیڈر وغیرہ سے ضرر رساں مواد کو خارج کیا جاتا ہے۔ پھر بھی شیشے کا استعمال ہی بہتر ہے۔ اور ماں کا دودھ تو فطری اور بہترین غذا ہے۔

(۸) تلوں کے تیل (زیت سمسم) والا حلوہ پلاسٹک میں رکھنا جائز نہیں؛ بلکہ دھاتی برتنوں میں رکھنا چاہیے۔

(۹) بچوں اور بڑوں کو پلاسٹک کے بال پوائنٹ پین چاٹنے اور چبانے کے نقصانات سے آگاہ کرنا چاہیے۔ بچوں کو تو بال پوائنٹ لکھائی کے لیے بھی استعمال نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ انہیں پنسل سے لکھنا چاہیے۔

کینسر سے احتیاط کے انٹرنیشنل قوانین

یورپی مجلس برائے انسداد کینسر نے کچھ قوانین بنائے ہیں، جن پر یورپ میں عمل ہو رہا ہے: